اشفاق احمد

(حالاتِ زندگی)

اشفاق احمد ۱۹۲۵ء میں مکتسر ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکتسر ہی میں حاصل کی۔ فیروز پور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے اُردو کیا۔ روم یونیورسٹی اور گرے نوبلے یونیورسٹی فرانس سے اطالوی و فرانسیسی زبانوں کے ڈپلومے لیے۔ نیویارک یونیورسٹی میں براڈ کاسٹنگ کی خصوصی تربیت حاصل کی۔ دو سال تک دیال سنگھ کالج لاہور میں اُردو کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۵۲ء میں روم یونیورسٹی میں اُردو کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ساتھ ہی ریڈیو روم سے پاکستان کے لیے اُردو پروگرام نشر کرتے رہے۔

دو سال بعد روم سے واپس آکر ریڈیو پاکستان لاہور میں ملازمت اختیار کی۔ مگر کچھ عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر اپنا رسالہ ''داستان گو'' جاری کیا۔ ''داستان گو'' بند ہونے کے بعد ''لیل و نہار'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مابعد ریڈیو اور ٹی وی کے لیے ڈرامے لکھنے لگے۔ آخری عمر میں ''مرکزی اردو بورڈ'' کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ اور وفات تک اسی ادارے کے سربراہ رہے۔

اشفاق احمد نے قیامِ پاکستان کے بعد افسانے لکھنے شروع کیے۔ اور نہایت ہی اعلیٰ افسانے لکھ کر صف اول کے افسانہ نگاروں میں شامل ہوگئے۔ اُنھوں نے اُردو کا لازوال افسانہ ''گڈریا'' لکھ کر شہرتِ دوام حاصل کی۔ اشفاق احمد افسانہ نگار کے علاوہ ڈراما نگار بھی ہیں۔ اُنھوں نے ریڈیو، اسٹیج اور ٹیلی ویژن کے لیے بے شمار ڈرامے لکھ کر عوام میں مقبولیت کی سند حاصل کی۔ لاہور ریڈیو اسٹیشن سے اُن کا مزاحیہ ڈراما ''تلقین شاہ'' عرصہ دراز تک نشر ہوتا رہا۔

اشفاق کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے۔ اُن کی زبان ہمیشہ سادہ اور عام فہم ہوتی ہے۔ جس میں شگفتگی، برجستگی اور بے ساختگی بدرجہ اُتم موجود ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے چٹیلے اور تیز ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی تحریروں میں تشبیہات بھی موجود ہوتی ہیں۔ جو بیان کو خوبصورت اور دلچسپ بناتی ہیں۔

پنجابی زبان لکھنے میں بھی اشفاق کو قدرت حاصل ہے۔ ٹاہلی تھلے، اُچے برج لہور دے۔ اُن کے سلسلہ وار ٹیلی ویژن ڈرامے مشہور ہوئے۔ اشفاق بہترین مزاح نگار بھی ہیں۔ وہ اپنے اردگرد کے ماحول پر بڑی گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ پھر اُس کی خامیوں اور کمزوریوں سے بھرپور مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں لاہور میں وفات پائی۔

چور

(اشفاق احمد)

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو صنفِ افسانہ کی مدد سے روزمرہ کے سماجی مسائل سے آگاہ کرنا۔
۲۔ کسی بھی ادبی فن پارے کے مرکزی خیال اور اہم نکات بتانا۔
۳۔ اخبارات ورسائل کے کسی بھی متن پر اجمالی تبصرہ کرنا سکھانا۔
۴۔ اشفاق احمد کے اُسلوبِ تحریر سے واقفیت دلانا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

ہالا ۔ السی ۔ سرمئی اندھیرا ۔ کنگن ۔ کھری چارپائی ۔ آنکھیں ڈبڈبانا
جائے وقوعہ ۔ نمازِ کفارہ ۔ پستہ قد ۔ قوتِ مدافعت

جب اس نے اندر کوٹھڑی میں پہنچ کر دروازہ بند کیا تو اس کا دل ذرا سا گھبرایا، لیکن پھر اس نے جی کڑا کر کے جیب سے چھوٹی ٹارچ نکالی اور روپیہ بھر روشنی کا ہالا فرش پر چھوڑ دیا۔ کمرے میں دھیمی سی روشنی ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر الماری کا پٹ کھولا۔

الماری دواؤں کی بوتلوں سے بھری ہوئی تھی اور اُس کے بیچ کے خانے میں چھوٹے سے آئینے کے پاس کنگھی اور سُرمے دانی پڑی تھی۔ اس نے اوپر اور نیچے کے خانوں میں روشنی کا روپیہ پھینکا۔ لیکن وہاں سوائے دواؤں کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ لکڑی کی تِلے دانی میں اُون کی ایک گچھی، کانچ کی چوڑیوں کے چند جوڑے، سر پر لگانے کی پنّیں اور بجلی کے ایک بل کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

تِلے دانی سیاہ شیشم کی تھی اور اس کا بوجھ کافی تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی سیٹ، الماری کے تختے پر ٹھیک نہ بیٹھی تھی۔ اس نے تِلے دانی کو احتیاط سے اُٹھا کر کھولا اور نیچے اُسے ململ کے استر والا رجسٹری کا لفافہ دکھائی دیا۔ لفافہ دوہرا تہ کیا ہوا تھا اور اس کے پھٹے ہوئے کونوں سے ململ کے دھاگے باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی صفائی سے وہ لفافہ اُٹھایا اور ٹارچ دانتوں میں دبا کر اُسے کھولا۔ اندر نئے نئے تہ شدہ نوٹ پڑے تھے۔ اُس نے لفافے کو ناک کے قریب لا کر سونگھا تازہ نوٹوں سے بروزہ اور السی کے تیل کی خوشبو آ رہی تھی۔

اُس نے لفافہ اپنی جیب میں رکھا، ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں سرمے کی ڈالی اور ہولے ہولے قدم اُٹھاتا باہر صحن میں نکل کر جدھر سے آیا تھا اُدھر سے باہر نکل گیا۔

دور کہیں کوئی کُتا بھونکا اور اُس کی رفتار تیز ہوگئی۔ اس کا دل تھوڑی سی مدّت میں اتنی بڑی کامیابی پر بڑا مسرور تھا اور وہ دل ہی دل میں سیٹی بجاتا ہوا اپنی راہ چلا جا رہا تھا کہ اچانک اُسے سُرمئی اندھیرے میں سڑک کے آخری کنارے پر جن دکھائی

دیا۔ اس کا سر آسمان میں تھا اور ٹانگیں زمین پر۔ چور کے قدم وہیں رُک گئے۔ وہ جن آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور اُس کا خون رگوں میں خشک ہو رہا تھا اپنے آپ کو اس بلا سے محفوظ رکھنے کے لیے اس نے سورۃ الناس کی تلاوت شروع کر دی تو جن بتیسی نکال کر زور سے ہنسا۔ نارنجی رنگ کا ایک شعلہ لپکا اور دو مضبوط کھمبوں پر واپڈا کے ٹرانسفارمر کا فیوز اُڑ گیا۔

جب چور نے اپنی کوٹھڑی میں لالٹین جلا کر لفافہ کھولا تو اس میں سے سو کا ایک اور دس دس کے سات نوٹ برآمد ہوئے۔ ساتھ ہی نیلے رنگ کے کاغذ پر لکھا ہوا ایک خط بھی تھا۔

جناب بھائی صاحب!

لعنت ہو آپ کی دولت پر اور آپ کے روپے پر جو وقت پر غریب بھائی کے کام نہ آ سکا۔ اس دنیا میں جس کا اور کوئی نہ ہو اُس کا اللہ ہوتا ہے۔ ہم نے کچھ چیزیں گھر کی بیچ کر ایک سو روپیہ بنا لیا ہے۔ پچاس روپے ان کے ایک دوست سے مل گئے ہیں اور بیس روپے دوسرے سے۔ اللہ نے چاہا تو اس رقم سے ہمارا بلّو بچ جائے گا۔ ملٹری کے ڈاکٹر نے ہمیں بلّو کے آپریشن کے لیے پنڈی بلا لیا ہے۔ اللہ اس کا بھلا کرے وہ مفت آپریشن کرے گا۔ آپ سے تو غیر اچھے ہیں۔ اب ہمیں آپ کی مدد کی بالکل ضرورت نہیں، معاف رکھیں اور جو روپیہ آپ ہمیں بھیجنا چاہتے تھے اس سے فریدہ کے کنگن بنوا دیں۔ ہم ایک سو ستر میں پورا ایک مہینہ پنڈی میں گزار سکتے ہیں۔ پرسوں سے اُن کی چھٹی شروع ہے اور ہم صبح کی لاری سے پنڈی پہنچ جائیں گے۔ اللہ آپ جیسے بھائیوں سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

خاکسار۔ شکیلہ بیگم

یہ خط پڑھ کر چور کے دل پر ایک گھونسا سا لگا اور وہ بتی بُجھا کر اور اپنے کپڑے اتار کر کھرّی چارپائی پر لیٹ گیا۔ اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا اور اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ ننگے چور نے اُٹھ کر کونے سے ٹھنڈی صُراحی کا پانی پیا اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ اس واقعے پر غور کرتے ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور دو سیاہ آنسو اُس کی کنپٹیوں سے پھسل کر بالوں میں جذب ہو گئے۔ اِسی پشیمانی کی حالت میں اسے نیند آ گئی اور جب وہ جاگا تو صبح کے دس بج چکے تھے وہ خط اور روپے جیب میں ڈال کر جائے وقوعہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

شکیلہ بیگم کے گھر کے سامنے شہتوت کے چھوٹے سے پیڑ تلے ایک اے۔ ایس۔ آئی۔ میز کرسی ڈالے بیٹھا تھا اور دو سپاہی باری باری ایک سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔ شکیلہ کا پست قد خاوند تھانیدار کے سامنے کھڑا تھا اور تھانیدار پنسل سے کان کھجا رہا تھا، چور ان کے سامنے سے گزرا اور پیچھے نظر کیے بغیر سیدھا دوسری گلی میں چلا گیا۔ بڑی سڑک میں بس اسٹینڈ کے پاس اُس نے کھوکھے والے سے سگریٹ کی ایک ڈبیا خریدی، لیکن جیب میں صرف بندھے ہوئے ایک سو ستر روپے ہونے کی وجہ سے وہ ڈبیا اسے واپس کر دی۔

داتا دربار جا کر اس نے دو رکعت نمازِ کفارہ ادا کی۔ فوارے کا پانی اپنی سرمہ لگی آنکھوں پر پھیرا اور مزار کی طرف منہ کر کے اُلٹا چلتا ہوا جوتوں والے کے پاس پہنچ گیا۔ جوتے پہن کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور نوٹوں پر انگلیاں پھیرتا رہا پھر اس نے ہاتھ باندھ کر کہا ''باباجی معاف کرنا اس وقت ہاتھ خالی ہے''۔

جوتوں والے نے ہاتھ کے اشارے اور تیوری کے چڑھاؤ سے کہا ''جا جا دفع ہو جا'' وہاں سے دفع ہو کر وہ سیدھا اپنے دوست کے پاس پہنچا اور اس سے دو روپے اُدھار لے کر لنڈے چلا آیا۔ یہاں آٹھ آنے کی اُس نے روٹی کھائی۔ ایک روپیہ بیٹھک میں جا کر ہار دیا اور باقی آٹھ آنے تھرڈ کلاس کے مسافر خانے میں فقیروں کو بانٹ دیے۔

رات کے وقت جب وہ شکیلہ کے گھر کے سامنے سے گزرا تو وہاں اندر کی بتی روشن تھی۔ اس نے چاہا کہ رجسٹری کا لفافہ اندر اُچھال دے۔ لیکن پھر اسے حوصلہ نہ ہوا اور وہ جی کڑا کر کے گھر کے آگے سے گزر گیا۔

رات بھر چور اپنے ضمیر کے ساتھ جھگڑتا رہا؛ لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ صبح اس نے اپنے ضمیر کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ مسجد کے ستاوے میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کے بعد وہ سیدھا شکیلہ بیگم کے گھر پہنچا اور کنڈی کھٹکھٹا کر جیب میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا اِرادہ تھا کہ جونہی کوئی دروازہ کھولے گا'' وہ رجسٹری والا لفافہ اس کے قدموں میں پھینک کر ہوا ہو جائے گا اور پھر کبھی اِدھر کا رُخ نہ کرے گا۔

دروازہ کھلا اس کے سامنے شکیلہ بیگم کا پستہ قد خاوند کھڑا تھا۔ چور نے اپنی جیب سے لفافہ کھینچ کر جب پستہ قد آدمی کے سامنے مُٹھی کھولی تو اس کے ہاتھ خالی تھے۔ اس نے اپنا ہاتھ پورا کھول کر کہا ''میرا نام محمود علی ہے اور مجھے قریشی صاحب سے ملنا ہے''۔

شکیلہ کے خاوند نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ''معاف کیجیے یہاں کوئی قریشی صاحب نہیں رہتے''۔

چور نے کا ''یہ مکان نمبر ۳۶۷ نہیں کیا؟ جی نہیں شکیلہ بیگم کے خاوند نے معذرت بھرے لہجے میں کہا: ''یہ مکان نمبر ۳۷۶ ہے''۔

''اوہ معاف کیجیے گا''۔ چور نے اپنا ہاتھ ایک بار پھر اس کے سامنے پھیلایا اور مصافحہ کر کے اطمینان سے چل دیا۔

راستے میں اس کے ضمیر نے اُسے پھر لعنت ملامت کرنا شروع کر دی۔ چور نے چائے والے کی دکان پر بیٹھ کر ضمیر کو سمجھایا کہ اس نے ایمانداری سے روپیہ واپس کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ہاتھ اور اس کی انگلیوں نے ساتھ ہی نہیں دیا وہ کیا کرتا؛

اپنے ضمیر کے ساتھ تین دن اور تین راتیں جھگڑا کرنے کے بعد چور کی قوتِ مدافعت جواب دے گئی اسے اپنے اندر کے چور پر رہ رہ غصہ آ رہا تھا اور وہ اپنی توجہ کسی اور طرف لگانا چاہتا تھا۔ چناں چہ اس نے ایک شام جیل روڈ کے ایک

سرونٹ کواٹر سے ٹرانسسٹر ریڈیو چُرایا اور لنڈے جا کر بیچ آیا۔ پینتالیس روپے اس کے تین چار دن گزارنے کے لیے کافی تھے اور وہ تین چار دن گزارنے کے لیے لاہور چھوڑ کر قصور چلا گیا۔

قصور میں حضرت بُلھے شاہ کے قُرب میں رہ کر اسے بڑا سکون ملا، لیکن اس کے ضمیر کو یہاں بھی آسودگی میسر نہ آئی۔ ہر شام مسجد میں سونے سے پیش تر اس کا ضمیر اس سے ایک ہی سوال پوچھتا کہ اگر تم اس روپے کو اپنی اس طرح حق حلال کی کمائی سمجھتے ہو جیسی تم نے ٹرانسسٹر ریڈیو سے حاصل کی ہے تو پھر اسے خرچ کیوں نہیں کرتے ہو، جیب میں کیوں لیے لیے پھرتے ہو۔ چور اس کا ایک ہی جواب دیتا کہ ابھی مجھے اس کے خرچے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اس لیے نہیں خرچ کرتا۔ جوں ہی ضرورت پڑے گی خرچ کرلوں گا۔ لیکن اُس کا دل اِس جواب سے مطمئن نہ ہوتا تھا اور اسے کچا سا جواب سمجھتا تھا۔

چور حیران بھی تھا اور ناخوش بھی۔ اُسے یہ چوری بہت مہنگی پڑی تھی۔ نہ کام آتی تھی نہ جان چھوڑتی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شکیلہ بیگم کا خط پھاڑ ڈالے جو ان روپوں کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ چناں چہ اس نے ایک شام باہر کھیتوں میں ریل کی پٹڑی پر بیٹھ کر وہ خط پھاڑ کر اس کے پرزے ہوا میں اُڑا دیے۔

رات جس وقت وہ سونے کے لیے مسجد کی صف پر لیٹا تو اس کا ضمیر پھر اسے لعنت ملامت کرنے لگا۔

چور ایک ہفتہ قصور میں گزارنے کے بعد پھر لاہور پہنچ گیا۔ مزنگ چونگی پر لاری سے اُترتے ہی وہ سیدھا شکیلہ بیگم کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اُس نے راستے میں رجسٹری والا لفافہ ایک نالی میں پھینک دیا۔ ایک سوستر کے نوٹ احتیاط سے جیب میں ڈال لیے۔ جب وہ گلی کے موڑ پر پہنچا تو اندر سے ایک بچے کا جنازہ باہر نکل رہا تھا۔ اس کا ایک پایہ پست قد آدمی کے کندھے پر تھا اور وہ زار زار رو رہا تھا۔ چور نے آگے بڑھ کر پست قد آدمی کی جگہ کندھا دیا اور پھر اس سے ایک دوسرے آدمی نے کندھا بدل لیا۔

ایک سفید ریش بزرگ شکیلہ بیگم کے خاوند کو بغل میں لے کر چل رہا تھا اور اسے صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ ایک اور نوجوان جو غم نصیب کے دفتر کا ساتھی معلوم ہوتا تھا کہہ رہا تھا۔ ''ملٹری اسپتال سے آپریشن کا بلاوا بھی آ گیا۔ کرنل صاحب نے وعدہ بھی کر لیا تھا مفت آپریشن کا اور یہ کوئی نیا آپریشن بھی نہیں ہوتا۔ بس ذرا دِل کی نالی میں انگلی ڈال کر اسے کھولنا ہوتا ہے۔ معمولی آپریشن ہے جی۔ لیکن اگر وقت زیادہ گزر جائے تو بس پھر یہی ہوتا ہے۔ اللہ کا حکم''۔

شکیلہ کا خاوند دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور دو تین آدمی مل کر چور کو برا بھلا کہنے لگے۔ جس نے سفر خرچ کی ساری رقم چُرا لی تھی۔

چور کے ضمیر نے جیسے اُس کی گدّی میں زور کا دھپا مارا اور وہ زانوں کے بل سڑک پر گرا۔ دو آدمیوں نے اسے کندھے سے پکڑ کر اُٹھایا اور اس کے چھلے ہوئے زانوں پر ہاتھ پھیرا۔ شکیلہ کے خاوند نے چور کو تشکر اور محبت بھری نظروں سے

دیکھا اور جنازہ میانی صاحب پہنچ گیا۔

جب بچے کو دفنا کر سب لوگ چلے گئے تو چور بڑی دیر تک قبرستان کی دیوار پر بیٹھا رہا اور جب شام کافی گہری ہو گئی تو وہ آہستہ سے اُٹھا اور اس نے پھولوں سے بھرا ہوا ایک چھابا بارہ روپے میں خرید کر اور سقے کو ساتھ لے کر تازہ بنی ہوئی قبر پر پہنچ گیا۔ جب سقہ اُس کی مرضی کے مطابق قبر کو تر بتر کر چکا تو اس نے تین روپے اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے اور ہاتھ جوڑ کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

اور جب چور قبرستان سے باہر نکلا تو ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس نے باقی کے ایک سو بچپن میں سے دس کا نوٹ اور نکالا اور کھوکھے والے سے بولا ''ایک ڈبی کیپسٹن، چار پان'' ٹھنڈی ہوا کا لطف لینے کے لیے چور کھمبے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور شکر کرنے لگا کہ اِس ایک نیک کام سے اس کے ضمیر کا بوجھ بالکل ختم ہو گیا۔

(سفر مینا)

مشق

۱۔ درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

الف) قصور جا کر چور کو کیسے سکون ملا؟

ب) چور کی قوتِ مدافعت کیوں جواب دے گئی؟

ج) چور نے کب محسوس کیا کہ اُس کے ضمیر کا بوجھ اُتر گیا؟

د) چور نے نوٹوں کا لفافہ اس کے مالک کو واپس کیوں نہیں کیا؟

ہ) چور کو راستے میں جو جن نظر آیا وہ دراصل کیا تھا؟

و) شکیلہ کا خط پڑھنے کے بعد چور کی ذہنی کیفیت بیان کریں۔

۲۔ متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

الف) سبق ''چور'' کا بنیادی طور پر موضوع ہے:

i) نفسیاتی
ii) اخلاقی
iii) جنسی
iv) سیاسی

ب) شکیلہ بیگم کے بیٹے کی موت واقع ہوئی:

i) حادثے سے
ii) بروقت علاج نہ ہونے سے
iii) دریا میں ڈوبنے سے
iv) آسمانی بجلی گرنے سے

ج) چور نے ٹرانسسٹر ریڈیو کہاں سے چرایا؟

i) دوکان سے | ii) دفتر سے

iii) سرونٹ کوارٹر سے | iv) ہوٹل سے

د) چور نے قبرستان میں سقّے کو دیے:

i) دو روپے | ii) ایک تین روپے

iii) چار روپے | iv) پانچ روپے

ہ) افسانہ ''چور'' اشفاق احمد کی کتاب میں شامل ہے:

i) میرے افسانے | ii) ایک محبت سو افسانے

iii) سفر مینا | iv) بند گلی

۳۔ متن کے مطابق درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

الف) سرمہ دانی سیاہ شیشم کی تھی۔

ب) لفافے سے سو کا ایک اور دس دس کے سات نوٹ برآمد ہوئے۔

ج) چور کو حضرت بُلھے شاہ کے مزار پر سکون میسر نہیں آیا۔

د) داتا دربار جا کر چور نے دو رکعت نمازِ کفارہ ادا کی۔

ہ) چور نے قصور میں ایک دن گزارا۔

و) پستہ قد شخص شکیلہ بیگم کا خاوند تھا۔

۴۔ متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں۔

الف) چور ایک .... قصور میں گزارنے کے بعد پھر لاہور پہنچ گیا۔

ب) شکیلہ بیگم کے گھر کے اندر کی .... روشن تھی۔

ج) راستے میں چور کے ضمیر نے اسے پھر .... کرنا شروع کر دی۔

د) چور نے .... والی دکان پر بیٹھ کر اپنے ضمیر کو سمجھایا۔

ہ) ایک سفید ریش بزرگ شکیلہ بیگم کے خاوند کو .... میں لے کر چل رہا تھا۔

و) شکیلہ کا .... دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

ز) چور نے پھولوں سے بھرا ہوا ایک چھابا .... روپے میں خریدا۔

۵۔ اپنی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے جب آپ کو کوئی نیک کام کر کے بڑی خوشی ہوئی ہو؟

۶۔ بہ حوالہ متن درج ذیل عبارت کی تشریح کریں۔ نیز سیاق و سباق بھی لکھیں۔

''یہ خط پڑھ کر چور کے دل میں ایک گھونسا سا لگا .... وقوعہ کی طرف روانہ ہو گیا''۔

۷۔ افسانہ ''چور'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

۸۔ افسانہ ''چور'' نے آپ کو کس طرح متاثر کیا، اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

سرگرمیاں

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ سے اخبارات و رسائل کے کسی بھی متن پر جامع مگر مختصر تبصرہ لکھوائیں۔

۲۔ نصابی کتب کے علاوہ عمومی معلومات پر مبنی رسائل اور کتب کا مطالعہ کروائیں۔

۳۔ کمرہ جماعت میں اشفاق احمد کا کوئی اور افسانہ سنائیں۔

اشاراتِ سبق

۱۔ طلبہ کو صنف افسانہ کی مدد سے روزمرہ کے سماجی مسائل سے آگاہ کریں۔

۲۔ کسی بھی ادبی فن پارے کا مرکزی خیال سمجھنے کا طریقہ بتا دیں۔

۳۔ اُردو افسانہ نگاری میں اشفاق احمد کا مقام بتائیں۔

۴۔ اشفاق احمد کے اسلوبِ تحریر پر لیکچر دیں۔